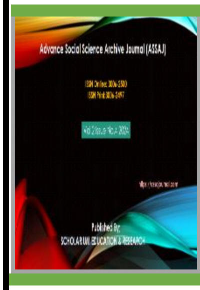

Advance Social Science Archive Journal
Available Online: https://assajournal.com
Vol.2 No.4, Oct-Dec, 2024. Page No. 1124-1130
Print ISSN: 30062497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

SOCIAL SURVIVAL AND MORAL VALUES: A RESEARCH STUDY IN THE LIGHT OF THE SEERAH OF THE PROPHET (PBUH)

معاشرتی بقاء اور اخلاقی اقدار؛ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں تحقیقی مطالعہ

Dr. Muhammad Rafiq	Assistant Professor, Department of Seerat Studies, AIOU, Islamabad
	Email: muhammad.rafiq@aiou.edu.pk
Dr Aman Ullah	Lecturer Islamic studies, University of Makran panjgur
	Email: amanamin400@gmail.com

ABSTRACT

Our educated young generation lacks moral upbringing and is solely focused on worldly success. To achieve this, they often disregard ethical values. We fail to realize that nations do not decline due to a lack of wealth or resources but because of moral decay. There is no doubt that the primary responsibility lies with parents, who have become so unaware of their religious and moral duties that they do not even realize where their children are headed. Due to this lack of proper upbringing, families are emerging where there is neither respect for parents nor regard for elders. If you look at Muslim households, you will hear Islamic names, but their actions are far from Islamic teachings. This is the result of materialism. In contrast, Islam not only acknowledges the human capacity for love but also provides a pure and honourable foundation for love, friendship, and relationships. Other reasons for the moral decline in our society include widespread immorality, co-education, dishonesty, and a lack of proper guidance.

This article discusses these issues in detail and explores ways to preserve social values and moral principles.

Keywords; Social Survival, Moral Values, Challenges, solution, Prophet Seerah

تمہید

یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ قوم جو بلند اخلاق کی حامل ہوتی ہے، دنیا میں اعلیٰ مقام حاصل کرتی ہے، کیونکہ اقوام کی ترقی اور زوال کا دار و مدار ان کی اخلاقی قدروں پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی معاشرہ دوسروں کی غلطیوں کو محض اس بنیاد پر قبول کر لے کہ وہ نئے خیالات یا منفرد نظریات ہیں، تو ایسے معاشرے کا انجام صرف اللہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ ایک مشہور کہاوت ہے: "اگر دوسرے کا چہرہ سرخ ہو جائے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم بھی اپنے چہرے پر تھپڑ مار کر اسے سرخ کر لو۔" مگر ہمارے معاشرے میں اس کے برعکس عمل کیا جاتا ہے۔ اس کی بہترین مثال ہمارے تعلیمی اداروں میں پایا جانے والا نعرہ ہے: "نہ مار پیٹ، بلکہ محبت سے تعلیم۔" حقیقت یہ ہے کہ موجودہ حالات اور مسائل نہایت پیچیدہ اور دشوار گزار ہیں۔ اگر کوئی استاد کسی طالب علم کو اصلاح کی نیت سے سختی سے سمجھائے تو یورپ سے مالی مدد حاصل کرنے والی غیر سرکاری تنظیمیں فوراً اس استاد کو ملک بدر کرنے کے مطالبے میں لگ جاتی ہیں۔ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہر معاشرے کی اپنی اقدار، روایات اور تہذیب ہوتی ہے۔ جب کسی ترقی یافتہ معاشرے کے اصولوں کو کسی پسماندہ معاشرے پر

زبردستی لاگو کیا جاتا ہے، تو اس کے نتائج مثبت کے بجائے منفی نکلتے ہیں، جیسا کہ آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم پہلے ذہنی پستی کو ختم کریں اور پورے معاشرے کی اخلاقی تربیت کریں، خواہ کچھ معاملات میں ہی سہی۔

آج ہمیں سب سے زیادہ جس چیز کی ضرورت ہے، وہ ناصحانہ رہنمائی ہے۔ ہمیں ایسی نصیحت درکار ہے جو معاشرے میں اعلیٰ اخلاقیات کے فروغ کا سبب بنے، حسن سلوک کو عام کرے، اور انسانی ہمدردی، اخوت و محبت اور مذہبی ہم آہنگی کو پروان چڑھائے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہ سب کچھ کہاں سے سیکھیں؟ درحقیقت، ہمارے لیے بہترین نمونہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کی سیرت اور ان کے اقوال ہیں۔ ہم لوگوں کو خیر، امید، تعاون، بھائی چارے، صبر، حلم، شکر، نیکی، ایثار، درگزر اور عفوودرگزر کی تلقین کرتے ہیں۔ اسی طرح، ہم انہیں تنگ نظری، مایوسی، بدگمانی، دوسروں کے لیے بدخواہی، حسد، بخل اور دیگر اخلاقی برائیوں سے بچنے کی نصیحت بھی کرتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں بہت سے لوگ احساسِ محرومی اور ذہنی دباؤ کا شکار ہیں۔ یہی احساس اور دباؤ معمولی باتوں پر جھگڑوں کا سبب بنتے ہیں۔ بے شمار لوگ معاشی ناہمواری کے باعث غصے اور غیر مناسب رویوں کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح، گھریلو تنازعات کی وجہ سے بے شمار افراد پریشانی اور افسردگی میں مبتلا رہتے ہیں، جو بالآخر غصے، نفرت اور بے چینی کو جنم دیتے ہیں۔ اسی طرح، مذہبی و سیاسی سطح پر بھی عدم برداشت کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے، جہاں لوگ اختلافِ رائے رکھنے والوں کو دشمن سمجھنے لگے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایک صحت مند معاشرے کے لیے پُرامن بقائے باہمی نہایت ضروری ہے۔

اگر ہم قرآن و سنت کا مطالعہ کریں، تو ہمیں ایسے بے شمار اصول ملتے ہیں جو انسان کو ان تنازعات اور مسائل سے نکلنے کا راستہ دکھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح فرمایا ہے کہ دینِ حق صرف اسلام ہے۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

"بے شک، اللہ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔[1]"

اسی طرح اور جگہ ارشاد فرمایا گیا:

آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔[2]"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو مکمل اور جامع دین کے طور پر منتخب فرمایا ہے۔ تاہم، قرآن کریم واضح کرتا ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں،

"دین میں کوئی زبردستی نہیں۔[3]"

یہی وہ بنیادی اصول ہیں جو معاشرتی فلاح، امن، رواداری اور اعلیٰ اخلاقیات کے قیام کے لیے ضروری ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان تعلیمات کو اپنائیں اور اپنے معاشرے کو اخلاقی و فکری پستی سے نکال کر ایک بہتر، پُرامن اور ترقی یافتہ سماج میں تبدیل کریں۔

دین اسلام میں ترقی کا دارومدار اخلاقیات

اسلام نے اخلاق کو ترقی کا معیار قرار دیا ہے، کیونکہ اس کا بنیادی اصول یہی ہے کہ وہ اقوام جو اخلاقی استحکام رکھتی ہیں، وہی مادی ترقی اور خود کفالت حاصل کر سکتی ہیں۔ جو قومیں اعلیٰ اخلاقی اقدار کی حامل ہوتی ہیں، انہیں ترقی کی بشارت دی گئی ہے، جبکہ بدکردار اور اخلاقی زوال کا شکار اقوام کو تباہی کے خطرے سے آگاہ کیا گیا ہے۔ تاریخ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں جنہیں کوئی بھی ذی شعور انسان جھٹلا نہیں سکتا۔ اللہ کے برگزیدہ انبیاء، جیسے حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت یوسف علیہم السلام، نے اعلیٰ اخلاقی اصولوں کو اپنایا، جس کے نتیجے میں تجارت، زراعت اور صنعت میں بے پناہ ترقی ہوئی۔ لوہے اور فولاد کی صنعت ترقی کی راہ پر گامزن ہوئی، اور ہتھیار سازی کے ساتھ زرعی پیداوار میں بھی بے حد اضافہ ہوا۔ دوسری طرف، جن قوموں نے بددیانتی اور اخلاقی زوال کو اپنایا، وہ برباد ہو گئیں۔ قومِ شعیب علیہ السلام نے ناپ تول میں کمی کی اور وعدہ خلافی کی، جبکہ قومِ لوط علیہ السلام نے اپنی عائلی زندگی کو بگاڑ دیا اور ایسے افعال میں مبتلا ہو گئے جو پہلے کبھی سرزد نہیں ہوئے تھے، نتیجتاً ان پر اللہ کا قہر نازل ہوا اور وہ صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔

اسلام نے اخلاق کو ترقی اور خوشحالی کے لیے بنیادی شرط قرار دیا ہے۔ نیک اخلاق کا اثر فرد کی زندگی میں نفس کی تطہیر اور معاشرت میں بھائی چارے، انصاف، عدل اور حقیقی ترقی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ حلال اور حرام میں تمیز، رزقِ حلال کا انتخاب، خود کفالت کی پالیسی اپنانا اور محنت و مشقت سے روزی کمانا اسلامی ثقافت کا ایک مستقل اصول رہا ہے۔ اگرچہ زوال پذیر ادوار میں بعض حکمران اسلامی نظام سے ہٹ گئے اور خلافت کی جگہ بادشاہت میں مبتلا ہو گئے، تاہم وہ قرآنِ کریم کی کتابت سے حاصل شدہ دولت اپنی عیش و عشرت پر خرچ کرتے رہے۔ سیاسی طور پر ان کا طرزِ حکمرانی اسلامی اصولوں سے مکمل مطابقت نہیں رکھتا تھا، مگر وہ عام جابروں اور ظالم حکمرانوں سے مختلف زندگی بسر کرتے تھے۔

آج کے دور میں اقتصادی نظام اور معاشی ترقی بڑی حد تک سودی معاملات پر منحصر ہو چکے ہیں۔ چاہے تجارت ہو یا صنعت، فرد ہو یا ادارے، سبھی بینکوں سے قرض لے کر اپنے کاروبار کا آغاز کرتے ہیں، جو ان کے لیے ناگزیر سمجھا جاتا ہے۔ بعد ازاں، بلند شرح سود کی ادائیگی کے لیے اشیاء کی قیمتوں میں اضافے پر مجبور ہوتے ہیں، جس کے نتیجے میں انفرادی دولت میں اضافہ تو ہوتا ہے مگر مجموعی طور پر معاشرہ اقتصادی عدم استحکام کا شکار ہو جاتا ہے۔

اخلاقی انحطاط کے اسباب اور معاشرے پر اثرات

اسلامی معاشروں کو درپیش سنگین چیلنجز میں سے ایک اخلاقی زوال ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اخلاقی بگاڑ اور اس کے خطرناک نتائج سے متنبہ کیا ہے، کیونکہ یہ معاشرتی انتشار اور بدعنوانی کو جنم دیتا ہے۔ اس مضمون میں ہم اخلاقی زوال کے اسباب اور اس کے اثرات کو قرآن اور احادیثِ نبویہ کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

1 **دینی تعلیمات سے دوری**

دینِ اسلام کی تعلیمات سے دوری اخلاقی پستی کا بنیادی سبب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں تم سے ایک ایسی حدیث ضرور بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی اور میرے سوا اس حدیث کو تم سے کوئی بیان بھی نہیں کر سکتا۔ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ علم اُٹھا لیا جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا اور شراب پینے کی کثرت ہو جائے گی، مرد کم ہو جائیں گے، عورتیں بڑھ جائیں گی۔ "[4]

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ جب علم کمزور ہو جاتا ہے اور جہالت پروان چڑھتی ہے، تو نتیجتاً اخلاقی انحراف عام ہو جاتا ہے اور فساد بڑھنے لگتا ہے۔

ایک اور روایت میں فرمایا:

"قیامت سے کچھ عرصہ پہلے کا زمانہ ایسا ہو گا کہ اُس میں (چہار سو) جہالت اُترے گی، علم اُٹھا لیا جائے گا اور ہرج زیادہ ہو گا اور ہرج قتل (وغارت) کو کہتے ہیں"۔[5]

ہر معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے مختلف سماجی اداروں کی مدد لیتا ہے، جیسے کہ خاندانی نظام، صحت کا نظام، اور تعلیمی نظام، اسی طرح تعلیمی نظام اس میں سب سے اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایک بچہ، ماں کی گود کے بعد، سب سے پہلے ان تعلیمی اداروں کی طرف جاتا ہے جو معاشرہ اس کے لیے مہیا کرتا ہے، جہاں وہ اپنی زندگی گزارنے کے لیے ضروری چیزیں سیکھتا ہے۔ اس نظام میں سب سے اہم چیز اخلاقی اقدار کا فروغ ہوتا ہے، جو اسے سماجی برائیوں سے بچنے میں مدد دیتی ہیں۔ تعلیمی نظام ہی وہ بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر معاشرہ اپنے اصولوں کے مطابق ترقی کر سکتا ہے۔ تخلیق، تحقیق، اور فنون بھی ان اصولوں کو واضح کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، اور یہ سب تب ممکن ہوتا ہے جب معاشرہ اپنے وضع کردہ اصولوں کی واضح سمت متعین کرے۔ ہر معاشرہ اپنے اخلاقی، مذہبی اور ثقافتی معیار کی بنیاد پر صحیح راستہ طے کرتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے میں مذکورہ بالا تمام اقدار اور معیارات زوال پذیر ہیں۔ دیگر سماجی اداروں کے ساتھ ساتھ خاندان اور تعلیمی نظام بھی ایک سنگین بحران کا شکار ہیں، جس سے واپسی مشکل ہو سکتی ہے۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں اخلاقی زوال اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ یہ ادارے کئی سماجی مسائل کا سبب بن رہے ہیں۔ معاشرہ ان اداروں پر سے اعتماد کھو رہا ہے، یہاں تک کہ خود استاد کی حیثیت بھی خطرے میں آ گئی ہے۔ استاد کا بنیادی فرض یہ ہے کہ وہ اپنے طلباء کی اخلاقی رہنمائی کرے تاکہ وہ آنے والی نسلوں کے لیے مشعل راہ بن سکیں، اور اس طرح معاشرہ اپنی ثقافتی شناخت برقرار رکھ سکے۔ اگر استاد اس ذمہ داری میں ناکام ہو جاتا ہے تو اس کے پاس اس منصب پر رہنے کا کوئی اخلاقی جواز نہیں رہتا، کیونکہ استاد کسی بھی معاشرے کی تہذیب و تمدن کی نشانی ہوتا ہے۔ بدقسمتی سے، آج ہمارا معاشرہ اس تاریخی سماجی قدر کو کھو دینے کے قریب پہنچ چکا ہے۔ مدارس، مساجد، اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہونے والے جنسی واقعات ہماری اخلاقی اقدار اور ثقافتی ورثے پر سنگین سوالات اٹھا رہے ہیں۔

2۔ **فتنوں اور لغویات کا غلبہ**

پرامن اور اخلاقیات پر مبنی معاشروں میں اخلاقی بگاڑ کے اسباب میں سے ایک اہم سبب فتنوں اور لغویات کا غلبہ بھی ہے۔ دراصل فتنوں اور دنیاوی لذتوں کی رغبت بھی اخلاقی بگاڑ کا ایک اہم سبب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لوگوں پر ایسے دھوکہ دینے والے زمانے آئیں گے جب جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا سمجھا جائے گا، خائن کو امانت دار اور امانت دار کو خائن قرار دیا جائے گا۔[6] "

مسند احمد کی روایت میں آتا ہے:" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رایت ہے کہ عنقریب لوگوں پر دھوکے والے سال آئیں گے، ان میں سچے کو جھٹلایا جائے گا اور جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی، بددیانت کو امانت دار کہا جائے گا اور دیانتدار کو بددیانت گردانا جائے گا اور [اس زمانے میں] رویبضہ باتیں کرے گا، پوچھا گیا کہ رویبضہ کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: حقیر آدمی عوام کے معاملات میں گفتگو کرے گا"۔[7]

یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ جب معاشرے میں حق اور باطل کے درمیان فرق مٹنے لگے تو اخلاقی اقدار زوال پذیر ہو جاتی ہیں۔

قرآن کریم نے مؤمنوں کی ایک نمایاں صفت واضح کی ہے، جو کہ لغو باتوں سے اجتناب اور ان سے ممکن حد تک دور رہنا ہے۔ سورۃ المؤمنون میں، اللہ تعالیٰ نے اپنے کامیاب اور فلاح پانے والے بندوں کی صفات کا ذکر کیا، اور نماز میں خشوع کے ذکر کے بعد یہ فرمایا کہ وہ لغو باتوں سے منہ موڑتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مؤمن وہ ہیں جو اپنی نماز میں خشوع رکھتے ہیں اور لغو باتوں سے منہ موڑتے ہیں۔[8]

اسی طرح، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں بھی بے فائدہ امور سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جو اس کے لیے اہم نہیں" [9] یعنی یہ کہ بندے کا کامل اسلام یہ ہے کہ وہ غیر مفید چیزوں کو چھوڑ دے، تاکہ اس کی زبان، دل اور اعضاء بے فائدہ باتوں میں مشغول نہ ہوں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور پوچھا: "نجات کیا ہے؟" تو آپ نے فرمایا: "اپنی زبان کو پکڑو، اپنے گھر میں رہو، اور اپنی خطاؤں پر روؤ"۔[10]

زبان کی حفاظت انسان کو بہت سی مشکلات سے بچاتی ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: "ایسی بات نہ کرو جس سے تمہارے دانت ٹوٹ جائیں۔" اور ایک صالح شخص نے کہا: "اپنی زبان کو بے لگام نہ چھوڑو ورنہ یہ تمہیں فتنہ میں مبتلا کر دے گی"[11] زبان کی حفاظت نہ کرنے کے سنگین نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ انسان حرام کاموں میں مبتلا ہو سکتا ہے اور لغو باتوں میں مشغول ہو کر اپنے قیمتی وقت کو ضائع کر دیتا ہے۔ حضرت حسن بن سنان رحمہ اللہ نے روایت کی کہ وہ ایک قصر کے پاس سے گزرے تو صاحب سے پوچھا: "یہ قصر کب بنا؟" پھر انہیں اپنے سوال پر افسوس ہوا اور اپنے آپ سے کہا: "اے نفس! کیا تم اپنا وقت بے فائدہ سوالات میں ضائع کر رہی ہو؟!" پھر انہوں نے اس کا کفارہ ایک سال کے روزے رکھ کر ادا کیا۔[12]

3۔ دینی شعور کی کمزوری

آج جب ہم اپنے معاشرے کی بدحالی اور افراد کی بداخلاقی اور بے حیائی کی طرف نظر اٹھاتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ اس وقت معاشرے میں بہت سارے افراد ایسے ہیں جن کو دینی شعور تک حاصل نہیں ان کی زندگی میں دین امور میں سے کوئی امر اور رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ کا کوئی نام ونشان تک نظر نہیں آتا تو یہ بات سچ ہے کہ جب کسی معاشرے میں دینی شعور کمزور ہو جاتا ہے تو برائیاں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہے کرو"۔[13]

یہ حدیث ہمیں بتاتی ہے کہ حیا اور خوفِ خدا کے بغیر انسان برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔

سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ وہ اپنے ایک بھائی سے کہہ رہے تھے کہ تم اتنی شرم کیوں کرتے ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس انصاری سے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر رہنے دو کیونکہ حیاء بھی ایمان ہی کا ایک حصہ ہے۔[14]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو آغازِ حیات ہی سے عقل وشعور کی نعمت عطا کی، اور اسی بنیاد پر اسے اشرف المخلوقات کے بلند مقام پر فائز کیا۔ اس کی سب سے بڑی مثال ہمارے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام ہیں، جن میں سے بیشتر رسمی تعلیم یافتہ نہیں تھے، مگر وہ بے حد معتبر، باشعور، مدبر اور شریف النفس انسان تھے۔ انہیں حق وباطل کا بخوبی شعور تھا، اور جب ان پر وحی نازل ہوئی، تو ان کی بصیرت اپنے عروج پر پہنچ گئی، جس نے انہیں عام انسانوں سے ممتاز کر دیا۔

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ تعلیم انسان کی سوچ کو نکھارتی ہے، نئے زاویے عطا کرتی ہے، اور زندگی گزارنے کے بہتر طریقے سکھاتی ہے۔ مگر اگر محض تعلیم کو ہی شعور کا معیار سمجھ لیا جائے، تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک تعلیم یافتہ شخص کا شعور اُس وقت کہاں چلا جاتا ہے جب وہ دولت اور بلند عہدوں کے نشے میں اپنے والدین کو بوجھ سمجھ کر اولڈ ایج ہوم بھیج دیتا ہے یا بے یار و مددگار چھوڑ دیتا ہے؟ اُس کا شعور کہاں جاتا ہے جب وہ بھوک اور افلاس کے مارے انسانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور اپنے ماتحتوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کرتا ہے؟ اُس وقت تعلیم یافتہ شخص کا شعور کہاں ہوتا ہے جب وہ دنیا کو دین پر فوقیت دیتا ہے اور محض دولت و شہرت کے پیچھے بھاگتا ہے؟ وہ حکمران جو اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، جب اقتدار میں آ کر ملکی خزانے کو اپنی جاگیر بنا لیتے ہیں اور عوام کو بھوک، افلاس اور ظلم میں مبتلا کر دیتے ہیں، تب ان کا شعور کہاں چلا جاتا ہے؟

اور تعلیم یافتہ خواتین کا شعور اس وقت کہاں ہوتا ہے جب وہ جدیدیت اور فیشن کے نام پر حیا کو پس پشت ڈال کر عریانی کو فروغ دیتی ہیں؟ کیا یہ وہ شعور ہے جو تعلیم ہمیں سکھاتی ہے؟ نہیں، بلکہ یہ محض تعلیم کا غرور اور تکبر ہے، جو شعور کی روشنی کو اندھیروں میں بدل دیتا ہے۔ اصل شعور وہی ہے جو انسان کو ان تمام برائیوں سے بچائے، اسے انصاف، عزت، محبت اور ہمدردی کا سبق دے، اور دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی کا راستہ دکھائے۔

4۔ جھوٹ اور غیبت کا فروغ

جھوٹ اور غیبت جیسی برائیاں بھی معاشرتی بگاڑ کی جڑ ہیں۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا واضح فرمان ہے:

(پس بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹ بولنے سے بھی پرہیز کرو۔)[15]

رسول اللہ ﷺ نے بھی جھوٹ کو سخت گناہ قرار دیا ہے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا" : کیا میں تمہیں سب سے بڑے کبیرہ گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ "آپ ﷺ نے یہ بات تین بار دہرائی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا" : ضرور بتائیں، یارسول اللہ "! تو آپ ﷺ نے فرمایا" : اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ "اس کے بعد آپ ﷺ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، لیکن پھر سیدھے ہو کر فرمایا" : خبردار! اور جھوٹ بولنا اور جھوٹی گواہی دینا "! آپ ﷺ بار بار یہی جملہ دہراتے رہے، یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ نے سوچا کہ شاید آپ ﷺ اب خاموش نہیں ہوں گے۔[16]

اگر اخلاقی پہلو سے دیکھا جائے تو جھوٹ بولنا، فریب دینا اور غلط بیانی کرنا، انسان کے تمام اخلاقی بگاڑ کی جڑ ہے۔ چاہے جھوٹ زبان سے بولا جائے، قلم سے لکھا جائے، یا عمل سے ظاہر کیا جائے، یہ انتہائی قابلِ نفرت، بری اور مذمت کے لائق عادت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"سب سے بڑے گناہ یہ ہیں: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا۔[17]

یہ احادیث سچائی اور دیانت داری کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، کیونکہ جھوٹ اور دھوکہ دہی معاشرے کے اخلاقی زوال کا سبب بنتے ہیں۔

5۔ عیش و عشرت

جیسا کہ غربت اخلاقی زوال کا باعث بنتی ہے، اسی طرح افراط در ترف و نعمت بھی اخلاقی اقدار کو تباہ کرنے میں مؤثر ہوتی ہے۔ لذتوں اور عیش و آرام میں مبالغہ انسان کو محنت و جدوجہد سے دور کر دیتا ہے، جس سے وہ اپنی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں سستی کرتا ہے۔ اس لیے اسلام نے لذتوں کے افراط سے منع کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" : تمہیں تنعم سے بچنا چاہیے، کیونکہ اللہ کے بندے متنعّم نہیں ہوتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرتے تھے کہ انہیں دولت اور غربت دونوں فتنوں سے محفوظ رکھے، جیسا کہ ایک حدیث میں آیا" : اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں دولت کی آزمائش سے۔۔۔"[18] افراط در دولت اور شدید غربت دونوں ہی انسان کے لیے فتنہ بن سکتے ہیں اور یہ اخلاقیات و اقدار کے ضیاع کا سبب بن سکتے ہیں۔

اسلام نے انصاف کو ان بنیادی اصولوں میں شامل کیا ہے جن پر معاشروں کا قیام ضروری ہے۔ اسلام میں انصاف کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق دیا جائے بغیر کسی تعصب یا ظلم کے۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی ایک اہم غایت یہ تھی کہ وہ ایسے معاشرے قائم کریں جہاں انصاف ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں" : بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف قائم کریں۔[19]

لہٰذا، معاشرے میں انصاف کا فقدان فساد اور ظلم کو بڑھاتا ہے، جہاں مظلوم کو انصاف نہیں ملتا اور ظالم کو سزا نہیں دی جاتی۔ تاریخ گواہ ہے کہ جن قوموں نے اخلاقی اصولوں پر عمل کیا، انہیں عزت و وقار ملا اور خوشحال زندگی ملی؛ جبکہ جن قوموں نے ان اصولوں کو چھوڑا، انہیں دردناک انجام کا

سامنا کرنا پڑا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ جدید انسان اخلاقی اصولوں کی خلاف ورزی کے نتائج بھگت رہا ہے، جس کی وجہ سے اس کی زندگی مختلف پہلوؤں میں انحطاط کا شکار ہو گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم وہاں کے خوشحال لوگوں کو اختیار دیتے ہیں، وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتے ہیں، پھر ان پر عذاب آتا ہے، اور ہم انہیں تباہ کر دیتے ہیں)۔[20] یہ آیت ہمیں ان قوموں کی حالت کی تصویر پیش کرتی ہے جو عیش و عشرت کو اپنی زندگی کا طریقہ بنا لیتی ہیں اور لہو و لعب اور دنیاوی خوشیوں کو اپنا اعلیٰ مقصد قرار دیتی ہیں، یہاں تک کہ وہ قوم:

- عیش و عشرت میں غرق ہو جاتی ہے۔
- افراط و تفریط کی حد تک خوشحالی میں مگن رہتی ہے۔
- اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اخلاقی حدود سے تجاوز کر جاتی ہے۔
- اقدار اور اصولوں کو نظر انداز کرتی ہے، اور قوانین کی پرواہ نہیں کرتی۔
- اللہ اور قیامت سے غافل ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ زوال اور تباہی کے آثار اس پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

تاریخ ہمیں واضح سبق دیتی ہے کہ جب کسی قوم میں عیش و عشرت اور خوشیوں کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ بے چینی، کمزوری، اور انحطاط کے دائرے میں داخل ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ دین اور اس کی تعلیمات کا مذاق اڑانے لگتی ہے۔ عیش و عشرت انسان میں غرور، تکبر، ظلم، اور طغیانی پیدا کرتی ہے، جس کی وجہ سے وہ حق کو انکار کرتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

(وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ)۔[21]

جب انسان عیش و عشرت میں ڈوب جاتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ جو نعمتیں اس کے پاس ہیں وہ صرف اللہ کا فضل ہیں۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ نعمتیں اس کے لیے ایک آزمائش بھی ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ قرآن میں باغوں کے مالکین کا ذکر ہوا:

(أَنَا أَكْثَرُ مِنكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا)۔ [22]

عیش و عشرت اور اللہ سے غفلت قوموں کو زوال کی طرف لے جاتی ہیں۔ کتنی ہی عظیم تہذیبیں شہوات میں غرق ہونے کی وجہ سے تباہ ہوئیں، اور کتنی ہی قومیں اقدار اور اصولوں سے دور ہونے کی وجہ سے ختم ہو گئیں۔

مصادر و مراجع

---

[1] سورۃ آلِ عمران، آیت، 19۔

[2] سورۃ مائدہ، آیت، 3۔

[3] سورۃ بقرۃ، آیت، 256۔

[4] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، حدیث رقم، 4933، امام مسلم، کتاب العلم، تحقیق، محمد فواد عبد الباقی، بیروت، داراحیاء التراث العربی۔ حدیث رقم، 2671۔

[5] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الفتن، تحقیق، محمد زہیر بن ناصر، دار الطوق النجاہ، 1422ھ۔ حدیث رقم، 6654۔

[6] امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم، 3650۔

[7] احمد بن حنبل، مسند، 2/ 291۔ مستدرک حاکم، 4/ 512۔

[8] المؤمنون، آیت، 1-3۔

[9] امام ترمذی، سنن، دار الغرب الاسلامی، بیروت، حدیث رقم، 2324۔

[10] امام ترمذی، سنن، کتاب الزہد، باب حفظ اللسان، حدیث رقم، 2414۔

[11] منہاج العابدین، العقبۃ الثالثۃ، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، صفحہ، 76

[12] منہاج العابدین، العقبۃ الثالثۃ، العائق الرابع، الفصل الثالث: اللسان، صفحہ، 75۔

[13] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، حدیث رقم، 6120۔

[14] امام بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، حدیث رقم، 24۔

[15] سورۃ الحج ایت،30۔

[16] امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم،5976۔

[17] امام ترمذی، سنن، حدیث رقم،1207۔

[18] امام بخاری، الجامع الصحیح، حدیث رقم،6376۔

[19] سورۃ الحدید، آیت،25۔

[20] سورۃ الاسراء، آیت،16۔

[21] سورۃ سبأ، آیت،35۔

[22] سورۃ الکھف، آیت،34۔